قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرۃ

(۲۱)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾

(اِن کی پیروی میں، ایمان والو) کیا تم بھی اپنے رسول سے اسی طرح کی باتیں پوچھنی چاہتے ہو، جس طرح کی باتیں اس سے پہلے موسیٰ سے پوچھی گئی تھیں[۲۶۵]؟ (تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایمان کا طریقہ نہیں ہے) اور (معلوم ہونا چاہیے کہ) جس نے ایمان کو کفر میں بدلا، وہ پھر سیدھی راہ سے بھٹک گیا[۲۶۶]۔ ۱۰۸

۲۶۵۔ اصل میں لفظ 'سؤال' استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں یہ کئی معنوں میں آتا ہے یہاں موقعِ کلام دلیل ہے کہ یہ معترضانہ سوال کے مفہوم میں ہے۔

۲۶۶۔ اس سے اوپر والی آیت میں جس طرح یہود کو تنبیہ کی گئی ہے، اسی طرح یہ مسلمانوں میں اُن کی نمائندگی کرنے والوں کو تنبیہ ہے، لیکن ان سوالات کے پسِ پردہ بھی چونکہ یہود ہی کا ذہن کارفرما تھا، اس وجہ

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ
حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

بہت سے اہلِ کتاب محض اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ تمھارے ایمان کے بعد وہ پھر تمھیں کفر کی طرف پلٹا دیں، اس کے باوجود کہ حق ان پر اچھی طرح واضح ہو چکا ہے۔ سو (ان سے) در گزر کرو[۲۶۷] اور نظر انداز کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کر دے[۲۶۸]۔ بے شک، اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور (ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے) نماز کا اہتمام رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو[۲۶۹]، اور (یاد رکھو کہ) جو نیکی بھی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اسے تم اللہ کے ہاں پا لو گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ۱۰۹-۱۱۰

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سے قرآن نے یہ کہہ کر کہ اس طرح کی باتیں اس سے پہلے موسیٰ سے پوچھی گئیں، بڑی بلاغت کے ساتھ انھیں بھی توجہ دلا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں اور وسوسہ اندازیوں سے بے خبر نہیں ہے۔

۲۶۷۔ اصل میں لفظ 'عفو' استعمال ہوا ہے۔ یہ جس طرح دل سے معاف کر دینے کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح در گزر کرنے، چشم پوشی کرنے اور نظر انداز کر دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اس معنی کی نظیر سورۂ مائدہ (۵) کی آیت ۱۵ میں دیکھ لی جا سکتی ہے۔

۲۶۸۔ یہی فیصلہ ہے جو سورۂ توبہ (۹) کی آیت ۲۹ کے مطابق یہود پر اتمامِ حجت کے بعد ان سے جزیہ لینے اور انھیں مسلمانوں کا زیر دست بنا کر رکھنے کی صورت میں صادر ہوا۔

۲۶۹۔ تمام دین کی بنیاد اور تمام اصلاح و تربیت کی اساس، قرآن کی رو سے یہ نماز اور زکوٰۃ ہی ہیں۔ چنانچہ اس طرح کے سب مواقع پر وہ معاندینِ اسلام کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بالعموم انھی کی تاکید کرتا ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ
مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ

اور (یہی نہیں)، وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہو سکے گا، جب تک وہ یہودی یا نصرانی نہ ہو[270]۔ یہ اِنھوں نے محض آرزوئیں باندھ لی ہیں۔ اِن سے کہو، تم سچے ہو تو (اِس کے لیے) اپنی کوئی دلیل پیش کرو۔ (اِن کی اِس بات میں کوئی حقیقت نہیں)۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ اپنی ہستی جن لوگوں نے اللہ کے سپرد کر دی[271] اور وہ اچھی طرح سے عمل کرنے والے ہیں[272]، اُن کے لیے ان کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں محفوظ ہے، اور اُنھیں (وہاں) کوئی اندیشہ ہو گا اور نہ

۲۷۰۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی مخالفت میں یہود و نصارٰی، دونوں ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں اور دونوں نے مل کر جس طرح نسخ کا اعتراض مسلمانوں کے دل میں شک اور تردد پیدا کرنے کے لیے اٹھایا ہے، اسی طرح وہ یہ پروپیگنڈا بھی کر رہے ہیں کہ نجات کے لیے آدمی کو یہودیت اور نصرانیت میں سے کسی ایک کا انتخاب لازماً کرنا چاہیے۔ ان کے خدائی دین ہونے سے جب قرآن کو بھی انکار نہیں ہے تو ان کے ہوتے ہوئے کسی نئے دین کی کیا ضرورت ہے؟ یہ نئی دعوت تو محض ایک فتنہ ہے جو اس کے علم برداروں نے ہماری اس سرزمین میں پیدا کر دیا ہے۔

۲۷۱۔ یعنی اپنی پوری زندگی کو خدا کی شریعت کے تابع کر دیا۔

۲۷۲۔ اصل میں لفظ 'محسن' استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی کسی کام کو اس کے بہترین طریقے پر کرنے کے ہیں۔ دین میں جب کوئی عمل اس طرح کیا جائے کہ اس کی روح اور قالب پورے توازن کے ساتھ پیشِ نظر ہوں، اس کا ہر جزبہ تمام و کمال ملحوظ رہے تو اسے 'احسان' کہا جاتا ہے۔ لفظ 'محسن' اسی 'احسان' سے بنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی جب اس احساس کے ساتھ کی جائے گویا ہم اُسے دیکھ رہے ہیں تو یہ 'احسان' ہے۔ (مسلم، رقم ۱)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى
شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾

وہ کبھی غم زدہ ہوں گے[۲۷۳]۔ اور (تمھارے خلاف اِس گٹھ جوڑ سے الگ، اے پیغمبر، ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ[۲۷۴]) یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کی کوئی بنیاد نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودیوں کی کوئی بنیاد نہیں، دراں حالیکہ دونوں کتابِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔ اِسی طرح[۲۷۵] بالکل انھی کی سی بات اُن لوگوں نے بھی کہی جو (خدا کی کتاب کا کوئی) علم نہیں رکھتے[۲۷۶]۔ چنانچہ اب اللہ قیامت کے دن ہی اس معاملے کا فیصلہ کرے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں[۲۷۷]۔ ۱۱۱-۱۱۳

۲۷۳۔ یعنی یہودی اور نصرانی نہیں، بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو جنت کے مستحق قرار پائیں گے۔

۲۷۴۔ مطلب یہ ہے کہ تمھاری مخالفت کے لیے تو یہ بے شک، ایک دوسرے کو بڑی فیاضی کے ساتھ جنتی قرار دے رہے ہیں، لیکن اس سے الگ ان کی باہمی تکفیر و تفسیق کی حالت یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی کوئی جڑ بنیاد تسلیم نہیں کرتے۔

۲۷۵۔ یعنی اس نیت کے ساتھ اور انھی محرکات کے تحت جو یہود کے اس طرح کی بات کہنے کا باعث بنے ہیں۔

۲۷۶۔ اس سے مراد مشرکینِ عرب ہیں۔ یہ چونکہ صدیوں سے کتاب اور نبوت دونوں سے ناآشنا تھے، اس لیے ان کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے۔

۲۷۷۔ اس میں اگر غور کیجیے تو مخاطبین کے لیے وعید کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ تسلی بھی ہے کہ تم اس نزاع میں صرف حق پہنچا دینے ہی کے ذمہ دار ہو۔ اس سے زیادہ تمھارے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔